ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

۱۹۴۷ءسے قبل خواتین کے ناولوں کا پس نو آبادیاتی تناظر: تحقیقی مطالعہ

THE POSTCOLONIAL PERSPECTIVE OF WOMEN'S NOVELS BEFORE 1947: A RESEARCH STUDY

اُم فروہ

اسکالر پی ایچ۔ڈی اردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد۔

ڈاکٹر رابعہ مقدس

ایڈجنکٹ پروفیسر، شعبہ اردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد۔

Umme Farwa
Scholar Ph.D. Urdu, Muslim Youth University, Islamabad.
ufarwa216@gmail.com
Dr. Rabia Muqadas.
Adjunct Professor, Dept. of Urdu, Muslim Youth University, Islamabad.
rabiashahzad413@gmail.com
Corresponding Author: **Umme Farwa**

Abstract:
In the late 19th and early 20th centuries, British colonialism, modern education, and the expansion of the printing press in the Indian subcontinent provided women with their first opportunity to write at a public level. The novels written by women during this period were not merely reformist narratives; rather, they reflected the clash between the colonial system, indigenous traditions and modern ideas. This research study analyzes pre-1947 novels written by women from a postcolonial perspective and seeks to determine how women novelists of this era represented issues of gender, religion, class and nation in their texts. The analysis, conducted in light of postcolonial theories, reveals that through these novels, women challenged both colonial and patriarchal discourses while shaping concepts of identity, education, and autonomy. Thus, these novels became the earliest voices of resistance and self-expression in literature and provided a foundation for later women's writing.

Keywords: 19th century, 20th century, British colonialism, printing press, postcolonial perspective

ملخص:

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر میں انگریز سامراج، جدید تعلیم اور پرنٹنگ پریس کے فروغ نے خواتین کو پہلی بار عوامی سطح پر لکھنے کا موقع فراہم کیا۔ اس دور میں لکھے گئے خواتین کے ناول محض اصلاحی بیانیے نہیں تھے بلکہ وہ نو آبادیاتی نظام، مقامی روایات اور جدید افکار کے تصادم کا عکس تھے۔ اس تحقیقی مضمون میں ۱۹۴۷ء سے قبل لکھے گئے خواتین کے ناولوں کا پس نو آبادیاتی تناظر میں تجزیہ کیا گیا ہے اور اس امر کے تعین کی کوشش کی گئی ہے کہ اس دورانیے میں خواتین ناول نگاروں نے اپنے متون میں جنس، مذہب، طبقہ اور قوم کے مسائل کو کس طرح پیش کیا۔ پس نو آبادیاتی نظریات کی روشنی میں کیے گئے اس جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان ناولوں کے ذریعے خواتین نے سامراجی اور مردانہ دونوں بیانیوں کو چیلنج کرتے ہوئے اپنی شناخت، تعلیم اور خود مختاری کے تصورات کو تشکیل دیا۔ یوں یہ ناول ادب میں مزاحمت اور خود اظہاری کی ابتدائی آواز بنے اور بعد کے نسائی ادب کے لیے بنیاد فراہم کی۔

کلیدی الفاظ: انیسویں صدی، بیسویں صدی، انگریز سامراج، پرنٹنگ پریس، پس نو آبادیاتی نظریات

۱۹۴۷ء سے قبل برصغیر میں خواتین مصنفین نے ادبی منظر نامہ ترتیب دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے، خصوصاً جب اسے پسِ نو آبادیاتی تناظر میں دیکھا جائے۔ اگرچہ "مابعد نو آبادیات" کی اصطلاح کا اطلاق آزادی کے بعد کے دور پر ہوتا ہے، لیکن 1947ء سے پہلے خواتین ناول نگاروں کی تحریروں میں وہ موضوعات واضح طور پر نظر آتے ہیں جو بعد میں مابعد نو آبادیاتی ادب کی بنیاد بنے۔ "پس نو آبادیات" کی اصلاح عام طور پر اُس ادب کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو نو آبادیاتی حکمرانی کے خاتمے کے بعد تخلیق ہوا، تاہم اس کا تنقیدی زاویہ اُن تحریروں پر بھی لاگو کیا جاسکتا ہے جو نو آبادیاتی دور میں لکھی گئیں، خاص طور پر جب وہ طاقت، شناخت، ثقافت اور مزاحمت کے نو آبادیاتی مظاہر سے متعلق ہوں۔ آزادی سے پہلے خواتین کے ناول ان پیچیدہ تناظرات میں تشکیل پاتے رہے ہیں اور نو آبادیاتی معاشروں کی تہ دار حقیقتوں اور سامراجیت میں خواتین کے مخصوص تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔

۱۹۴۷ء سے پہلے، برصغیر برطانوی سامراج کے غلبے کے خلاف ثقافتی اور سیاسی بیداری کے عمل سے گزر رہا تھا۔ تعلیمی اصلاحات، پرنٹ کلچر کا آغاز اور قوم پرستی کے بڑھتے ہوئے جذبات نے خواتین مصنفین کے لیے نئے چیلنجز اور مواقع پیدا کیے۔ اس بدلتے ہوئے سماجی و سیاسی ماحول میں بہت سی خواتین نے ناول کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا۔ وہ گھریلو زندگی، سماجی اصلاح، شناخت اور ایک بدلتے معاشرے میں خواتین کے کردار جیسے موضوعات پر روشنی ڈالتی تھیں۔ اگرچہ یہ تخلیقات ہمیشہ براہِ راست سیاسی نہ تھیں تاہم ان میں نو آبادیاتی ڈھانچوں پر خاموش تنقید موجود ہوتی تھی، اور وہ اکثر روایت اور جدیدیت، مغربی تعلیم اور مقامی اقدار، اور خواتین کی نجی و قومی سطح پر حیثیت کے تضادات سے نبرد آزما ہوتی تھیں۔

۱۹۴۷ء سے پہلے خواتین ناولوں میں موجود اہم موضوعات کچھ اس نوعیت کے تھے کہ ان خواتین مصنفین نے سوال اٹھایا کہ کس طرح برطانوی نو آبادیات نے صنفی کردار، تعلیم اور خاندانی ڈھانچے کو تبدیل کیا۔ ان تحریروں میں مغربی تعلیم اور روایتی اقدار کے درمیان کشمکش کو موضوع بنایا گیا جو مابعد نو آبادیاتی ادب میں ایک اہم مسئلہ ہے۔ ان ناولوں میں اکثر ان عورتوں کی آواز شامل کی گئی ہے جنھیں معاشرہ خاموش رکھتا تھا اور یہ تحریریں نہ صرف نو آبادیاتی بلکہ پدرشاہی نظام کے خلاف بھی مزاحمت کا ذریعہ بنیں۔ اس حوالے سے "نیلم فرزانہ" اپنی کتاب "اردو ادب کی اہم خواتین ناول نگار" میں یوں رقمطراز ہیں:

"چند خواتین ناول نگار ایسی ہیں جنھوں نے خواتین کے لئے ایک نئی زندگی کا خواب دیکھا۔ جہاں خواتین انسانیت کے بنیادی حقوق کی طلب گار ہیں۔ نئی تعلیم و تہذیب سے بہرہ ور ہونا ان کا بھی حق ہے ان خواتین ناول نگاروں نے عورت اور مرد کی زندگی کو خانوں میں تقسیم کر کے نہیں دیکھا۔ ان کی ہیروئن کا اگر گھر کے اندر استحصال ہوتا ہے تو وہ اپنی زندگی بہتر بنانے کی خاطر گھر سے باہر نکل کر جدوجہد کر سکتی ہے۔ مغربی تعلیم اس کے لئے شجر ممنوع نہیں۔ ان کے یہاں مغربی تعلیم و تہذیب کے بہتر عناصر کو انگیز کرنے کی جرات ملتی ہے۔ ان کی ہیروئن پیانو بھی بجاتی ہے اور نماز بھی پڑھتی ہے۔ انگریزی تعلیم بھی حاصل کرتی ہے اور امور خانہ داری میں بھی طاق ہے۔ اس کے طور طریق، طرز رہائش مغرب سے متاثر ہیں وہ ایک بہتر زندگی کے لئے مغربی اور مشرقی طرز حیات کے بہترین عناصر کو زندگی میں شامل کرنے کی دعوت دیتی ہے اور غلط قسم کے مشرقی اور مغربی دونوں ہی طریقوں سے احتراز برتنے کی تلقین کرتی ہے۔"(1)

درج بالا سطور میں جہاں خواتین کی آزادی کی بات ہو رہی ہے وہیں ہمیں ہندوستانی معاشرت میں پنپتی ہوئی نو آبادیات بھی دکھائی دیتی ہے یہ رویے آگے جا کر ان خواتین کے ناولوں میں ایسے موضوعات کو شامل کرنے لگے جہاں وہ اپنی قدیم روایات اور شناخت کو تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ روکیہ سخاوت حسین، نذر سجاد حیدر، اور رشید جہاں جیسی نمایاں ابتدائی مصنفین نے اس ادبی تحریک میں گراں قدر حصہ لیا۔ روکیہ کی تخلیق، خاص طور پر اُن کی یوٹوپیائی کہانی "سلطانہ کا خواب" (1905)، نسوانی اور نو آبادیاتی طاقت کے خلاف ابتدائی فکری مزاحمت کی ایک اہم مثال ہے۔ اگرچہ یہ انگریزی میں لکھی گئی، لیکن اس میں مردانہ بالادستی اور نو آبادیاتی اقتدار دونوں پر تنقید کی گئی ہے اور ایک عورتوں کے زیرِ قیادت معاشرے کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"Men, who do or at least are said to do all the outdoor work, have to stay in the mardana, while we do all the work inside. They never come out except on Thursdays, and that too is permitted only if they get the Queen's special permission."(2)

درج بالا اقتباس میں مصنفہ نے ایک ناقابلِ بیان حالت کے بارے میں لکھا کہ یہاں ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں مرد، جو تمام بیرونی کام کرتے ہیں یا پردے میں رہتے ہیں۔ یہ ایک ناقابلِ بیان حالت ہے کہ وہ باہر صرف جمعرات کو نکل سکتے ہیں اور وہ بھی ملکہ کی خاص اجازت سے۔ یہ اقتباس استعماری نظام کی مرد مرکزیت اور

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

پدر شاہی پر طنز کرتا ہے۔ رو کیہ یہاں اقتدار کی ساخت کو الٹ کر یہ دکھاتی ہیں کہ عورتیں بھی حکمرانی اور نظم و نسق چلا سکتی ہیں۔ ایک اور خاتون ناول نگار "بیگم صغرا ہمایوں مرزا" کا ناول "زہرہ" (۱۸۹۹ء) ایک تعلیم یافتہ لڑکی کی کہانی ہے جو اپنے خواب اور آزادی کے لیے معاشرے سے لڑتی ہے۔ جیسے کہ ان کے ناول "زہرہ" میں شناخت کے مسئلے کو یوں اجاگر کیا گیا ہے:

" کبھی میں مسلمان ہوں، کبھی ہندوستانی، کبھی عورت۔ لیکن ان سب کے درمیان میں کون ہوں؟ میری کوئی اپنی آواز نہیں، بس وہی پرانی گونج ہے جو دوسروں نے میرے لیے طے کر دی۔"(3)

درج بالا اقتباس میں یہاں ناول نگار نے زہرہ کے داخلی مکالمے میں مابعد نو آبادیاتی معاشروں میں شناخت کے مسئلے کو پیش کیا گیا ہے، جہاں فرد نو آبادیاتی اور روایاتی دباؤ کے درمیان پستا ہے۔ شناخت کا مسئلہ مابعد نو آبادیاتی دور کا بڑا المیہ رہا ہے۔ مصنفہ نے اس ناول میں یہ بھی موضوع اٹھایا ہے کہ انگریزی بولنے والوں کو ہمیشہ اعلیٰ سمجھا جاتا، چاہے ان کا تلفظ کتنا ہی ٹوٹا پھوٹا ہو۔ اردو ہماری مادری زبان تھی، لیکن اسے گلی کوچوں تک محدود کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے زبان کو نو آبادیاتی طاقت کا ایک اہم ذریعہ بتایا ہے۔ اپنے ناول کے ذریعے انھوں نے ثقافتی بالادستی اور زبان کے ذریعے نفسیاتی کنٹرول کو بھی واضح کیا ہے۔ اسی طرح سروجنی نائیڈو جو کہ اگرچہ زیادہ تر شاعری کے لیے معروف ہیں، لیکن ان کی قومی آزادی کی جدوجہد اور صنفی مسائل پر بھی گہری توجہ تھی جس کو انھوں نے اپنی نظموں کی آواز بنایا۔ "کروپا ستھیانادھن" جنوبی ہند کی ابتدائی خواتین انگریزی ناول نگاروں میں شامل، جنھوں نے اینگلو انڈین تعلقات اور خواتین کے سماجی مسائل کو موضوع بنایا:

"Published in 1895, Saguna is the first autobiographical novel in English written by an Indian woman. Through the story of a rebellious adolescent torn between the old world and the new.......this pioneering nineteenth-century classic will be a rich and rewarding book for all general readers and for scholars interested in issues of literature and gender as well as Christianity, colonialism, and nationalism." (4)

ان تمام کے علاوہ ہمیں 'پنڈ تارمابائی' کا نام بھی ملتا ہے جنھوں نے نو آبادیاتی نظام اور ہندوستانی رسم و رواج دونوں سے عورت کی نجات کو موضوع بنایا ہے۔ ان کے نزدیک عورت کو نہ صرف استعماری نظام بلکہ اپنی تہذیب کے اندرونی استبداد سے آزاد کرنے کی کوشش؛ مغرب کے مقابل اپنا اخلاقی حق قائم کرنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ "تارابائی شندے" ایک اور خاتون ناول نگار ہیں جنھوں نے اپنی تحریروں میں نسائی مزاحمت کو نو آبادیاتی اخلاقیات کی منافقانہ ساخت کے ساتھ جوڑا ہے۔ ان کے بیانیے میں عورت کی آواز ایک قومی بیانیہ بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ "رشید جہاں" اور "کشبتی دیوی" جیسی مصنف نے بھی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے استعماری اور مذہبی پدرسری دونوں پر بات کرنے کے ساتھ ساتھ روایتی رسموں کو بدلنے کی کوشش اور نسائی نظریات کو بھی ابھارا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ناول نگار خواتین مصنفین نے گھریلو زندگی کی باریکیوں پر توجہ دی اور ان خواتین کے جذباتی و نفسیاتی مسائل کو بیان کیا جو روایت اور ابھرتی ہوئی جدید قدروں کے بیچ الجھی ہوئی تھیں۔ مجموعی طور پہ یہ تمام خواتین 1947 سے پہلے کی تحریروں میں postcolonial feminist criticism کے بنیادی زاویے پیش کرتی ہیں، اگرچہ ان کے دور میں "postcolonial" کا لفظ استعمال نہیں ہوتا تھا۔ مگر پوسٹ کالونیل نظریہ ان کی تمام تر تحریروں میں بین السطور موجود تھا جسے قاری مابعد نو آبادیاتی تھیوری جاننے کے بعد بخوبی سمجھ جاتا ہے۔

مجموعی طور پہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقسیم سے قبل ان خواتین ناول نگاروں نے اپنے ناولوں میں استعماری قوتوں کی ذہنی غلامی کو بے نقاب کیا اور عورت کی خود مختاری کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ مقامی اور مغربی اقدار کے تصادم کو پیش کیا۔ یہ وہی نکات ہیں جو بعد میں ایڈورڈ سعید، ہومی بھابھا اور گیاتری اسپیوک جیسے مفکرین نے مابعد نو آبادیاتی نظریات میں شامل کیے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ "مابعد نو آبادیات" ایک ایسا نظریہ نہیں ہے کہ جس نے اچانک سے جنم لیا ہو بلکہ مختلف نو آبادیاتی معاشروں میں یہ نظریہ وقت کے ساتھ ساتھ پنپ رہا تھا لوگ اس سے متاثر بھی ہو رہے تھے یہ الگ بات ہے کہ اس وقت اس کا اظہار یا معاشرتی رویوں میں اس کا بیان اس طرح سے نہ ملتا تھا کہ جس طرح تقسیم کے بعد مختلف خطوں میں وہاں کے مصنفین ادیب اور ادیباؤں نے اپنی نثری و شعری تخلیقات میں کیا ہے۔ یقیناً ناول ایک ایسا تخلیقی میدان ہے جہاں فرد، معاشرہ، اور تاریخ ایک دوسرے سے مکالمہ کرتے ہیں۔ نو آبادیاتی عہد میں عورت کی ذات کو دہرے استبداد، سامراجی طاقت اور مقامی پدرسری کا سامنا تھا، مگر ان ہی حالات میں خواتین ناول نگاروں نے خاموشی کے پردے چاک کرتے ہوئے اپنا بیانیہ تشکیل دیا۔ انہوں نے لفظوں کے ذریعے نہ صرف ظلم کی ساخت کو بے نقاب کیا بلکہ نئی شناخت، مزاحمت، اور آزادی کا خواب بھی تحریر کیا۔ پھر چاہے بیگم رو کیہ کی یوٹوپیائی سلطنت ہو یا صغرا ہمایوں کے کرداروں کی سماجی

کشمکش، یا کروپا ستھیاناد ھن کے نسلی و مذہبی شناخت کے سوالات — یہ تمام تحریریں خواتین کے مخصوص تناظر سے استعماری قوتوں کو چیلنج کرتی ہیں۔ ان کے ناول صرف ادبی دستاویزات نہیں بلکہ فکری مزاحمت کی علامتیں ہیں۔ یہ باب اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ ماضی کی وہ نسائی آوازیں جو دبے لفظوں میں بولی گئیں، آج کے فکری افق پر روشنی کا مینار بن کر ابھری ہیں۔ ناول نگاری کے اس تخلیقی سفر میں خواتین نے نہ صرف تاریخ کے صفحات کو چیلنج کیا بلکہ نئی دنیا کی تشکیل میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ اسی لیے نوآبادیات سے بنیاد پانے والے "مابعد نوآبادیاتی" نظریات جسے ہم "پس نوآبادیات" کے نام سے بھی جانتے ہیں اس کی ذیل میں آگے آنے والے ابواب میں تقسیم کے بعد آنے والی خواتین ناول نگاروں کے ناولوں کے ذریعے مفصل جائزہ لے کر نسائی نقطہ نظر سے پس نوآبادیات کے نظریے کو بھرپور انداز میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حوالہ جات

1- نیلم فرزانہ، اردو ادب کی اہم خواتین ناول نگار، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1992ء ص:19

2. Rokeya Sakhawat Hossain, Sultana's Dream, 1905.Pg : 58

3- صغرا ہمایوں مرزا، زہرہ، دفتر عصمت، دہلی، 1931ء ص:89

4.https://www.bagchee.com/books/BB11329/saguna-the-first-autobiographical-novel-in-english-by-an-indian-woman